تحقیق و تنقید

پروفیسر محمد دین قاسمی
گورنمنٹ ڈگری کالج فیصل آباد

(دوسری قسط)

مسئلہ قربانی

(قرآنِ کریم کی روشنی میں)

قربانی کا ثبوت، سورۂ کوثر کی دوسری آیت سے بھی ملتا ہے۔ پرویز صاحب اس کی تردید میں فرماتے ہیں:

"مروجہ قربانی کی تائید میں سورۃ الکوثر کی آیت —— فصل لربک وانحر۔ بھی پیش کی جاتی ہے۔ اس کا ترجمہ کیا جاتا ہے۔" نماز پڑھ اپنے رب کے آگے اور قربانی کر" —— "قربانی کر" ترجمہ کیا جاتا ہے وَانْحَرْ کا۔

لغت کی رو سے نحر سینے کے اوپر کے حصے کو کہا جاتا ہے۔ صاحبِ تاج العروس نے مختلف تفاسیر کی سند سے وَانْحَرْ کے متعدد معانی لکھے ہیں مثلاً (۱) نماز میں کھڑے ہو کر سینے کو باہر کی طرف نکالنا (۲) نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا (۳) نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا (۴) نماز میں نحر تک ہاتھ اٹھانا (۵) اپنے سینے کو قبلہ رخ کر کے کھڑے ہونا (۶) خواہشات کا قلع قمع کرنا۔

اونٹ کے ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کھڑے کھڑے، اس کے نحر (سینے کے اُوپر کے حصّے) کے قریب، حلق کی رگ پر نیزہ مارتے ہیں، اس سے نَحَرَ الْبَعِيْرَ کے معنی آتے ہیں، اس نے اونٹ کو اس طرح ذبح کیا، لیکن لغت میں النحر اور النحریر کے معنیٰ ہیں، ماہر، عقلمند، تجربہ کار، ہر بات کو سمجھ کر اختیار کرنے والا، اور اس پر مضبوطی سے عمل کرنے والا، چنانچہ کہتے ہیں نَحَرْتُ الشَّيْءَ عِلْمًا۔ میں علم کی رو سے اس معاملہ پر حاوی

ہو گیا۔" (تفسیر مطالب الفرقان ج ۳ ص ۲۴۸)

لغات القرآن میں یہ معانی بیان کرنے کے بعد، آیت کا معنیٰ ومفہوم یوں بیان کیا گیا ہے:

"اس بنا پر وَانْحَرْ (۲/۱۰۸) کے معنی ہوں گے، اس پروگرام کے متعلق تمام امور پر علم وعقل اور تجربہ وبصیرت سے پوری پوری طرح حاوی ہو کر ان پر نہایت مضبوطی سے عمل پیرا رہو۔" (لغات القرآن ص ۱۵۹۲)

پرویز صاحب شاید یہ سمجھتے تھے کہ کسی قرآنی لفظ کے عربی لغت میں سے دس پندرہ معانی سے، لاٹری کے ذریعے ایک معنیٰ کو چنتے ہوئے، اسے اپنے خودساختہ جملوں میں استعمال کر ڈالنے سے قرآنی آیات کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے۔

حالانکہ "وَانْحَرْ" کا معنیٰ ——— "علمی طور پر کسی معاملے پر حاوی ہو جانا" ——— صرف اسی صورت میں درست ہو سکتا ہے جبکہ اس کا کوئی قرینہ پایا جاتا ہو۔ مثلاً اگر کہا جائے کہ "نَحَرَ الْاُمُوْرَ عِلْماً" ——— تو لفظ "علماً" کا قرینہ اس معنیٰ کا مؤید ہو گا کہ ——— "اُس نے معاملات کو مضبوط طریقے سے کیا" ——— جو مثال پرویز صاحب نے دی ہے اس میں فی الواقعہ ایسا قرینہ موجود ہے جو یہ معنیٰ مراد لینے کے حق میں ہے۔ لیکن سورۃ الکوثر میں سر سے سے ایسا قرینہ موجود ہی نہیں ہے۔ لہٰذا یہاں یہ معنیٰ کسی طرح بھی مراد نہیں لیے جا سکتے۔ "نحر" کو مطلق رکھتے ہوئے اگر "نَحَرَ فُلَانٌ" کہا جائے تو ہر عرب اس سے یہی سمجھے گا کہ "فلاں نے (اونٹ کی) قربانی کی ہے"۔ نہ یہ کہ وہ عقل وتجربہ اور بصیرت ومشاہدہ سے کسی معاملے میں حاوی ہو گیا ہے ——— بہرحال پرویز صاحب "مروجہ ترجمہ" کے بعد اپنا خودساختہ "ماڈرن ترجمہ" پیش کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

"یہ ہے ہماری بصیرت کی رو سے اس سورہ میں وَانْحَرْ کا مفہوم۔ اس سے مروجہ قربانی کی سند لینا بعید از کار سی بات ہے۔"

(مطالب الفرقان ج ۳ ص ۲۴۹)

لیکن ہم کہتے ہیں کہ پرویز صاحب، جنہوں نے قربانی کی مخالفت کے جوش میں دلبعد میں "وَانْحَرْ" کے اس ترجمہ کو "بعید از کار" قرار دیا، اس سے قبل وہ خود بھی اس کا یہی "بعید از کار" ترجمہ کرتے رہے ہیں ——— ملاحظہ ہو:

"فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (۲/۱۰۸)۔ "لہٰذا اپنے رب کے لیے نماز

قائم کرو اور قربانی کرو۔" (معارف القرآن ج ۴ ص ۳۶۹)

قربانی اور پرویز صاحب کی شروطِ ثلاثہ:

قربانی کی بحث کو جاری رکھتے ہوئے پرویز صاحب لکھتے ہیں:

"اگر وانحر سے مراد بالضرور "قربانی" لینا ہے تو قرآنِ کریم کی رو سے ان شرطوں کا پورا کرنا ضروری ہوگا۔" (مطالب الفرقان ج ۳ ص ۲۴۹)

اس کے بعد پرویز صاحب نے تین شرطیں بیان کی ہیں۔ ہم ان میں سے ہر شرط کا جائزہ لیے رہے ہیں۔

پہلی شرط:

پرویز صاحب کی پہلی شرط ان الفاظ میں مذکور ہے:

"ایک تو یہ کہ نحر صرف اونٹ ذبح کرنے کو کہتے ہیں، کسی اور جانور کے ذبح کرنے کو نہیں اس لیے قربانی صرف اونٹوں کی دی جائے گی۔" (ایضاً)

جائزہ:

ہاں! یہ درست ہے کہ "نحر" صرف اونٹ ذبح کرنے کو کہتے ہیں، لیکن ذبحِ اونٹ کا بطورِ خاص حکم دینے سے دوسرے جانوروں کو ذبح کرنے کی نفی کیسے ہو گئی؟ اگر آپ کسی مہمان سے یہ فرمائیں کہ —— "دودھ نوش فرمایئے" —— تو کیا اس پر دودھ کی تخصیص سے پانی اور چائے وغیرہ پینے کی نفی لازم آئے گی؟ اب اگر "نحر" میں اونٹ کی قربانی، دیگر جانوروں کی قربانیوں کے لیے عدمِ جواز کی دلیل ٹھہرتی ہے تو اسی بناء پر قرآن میں ممانعتِ خمر کے حکم کو، دیگر اشیاء کی عدمِ ممانعت کی دلیل ہونا چاہیئے۔ لیکن خود پرویز صاحب، ممانعتِ خمر اور حرمتِ شراب کے حکم میں وہ اشیاء بھی داخل کرتے ہیں جن پر سرے سے "پینے کے فعل" کا اطلاق ہی نہیں ہوتا۔ چنانچہ حرمتِ خمر کے حکم میں یہ مضحکہ خیز تشریحات بھی ملاحظہ فرمایئے:

"خمر وہ ہے جس سے انسان کی عقل و فکر، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت

مسلوب یا مضمحل ہو جائے، آپ سوچیئے کہ اس میں کیا کیا باتیں نہیں آ جاتیں ؟
سب سے پہلے تو "مذہب" ہے جس میں سوچنے سمجھنے کو گناہ اور ابلیس کی روش قرار دیا جاتا ہے۔" (مطالب الفرقان ج ۳ ص ۳۲۱)

لیکن کسی نے "مفکرِ قرآن" سے یہ استفسار نہ کیا کہ "جناب! جب نحر کی قربانی میں اونٹ کے سوا کوئی اور قربانی شامل نہیں ہے، تو ممانعتِ شراب میں "مذہب پینے" کی ممانعت کیسے داخل ہو گئی؟" اور جس طرح آپ شراب پینے کی حرمت کے حکم میں "مذہب پینے" کی حرمت کو داخل کرتے ہیں اُسی طرح اگر کوئی شخص، اونٹ کی قربانی کو "نحر" کی بناء پر اور دیگر جانوروں کی قربانی کو "نُسک" کی بناء پر اختیار کرتا ہے تو وہ موردِ الزام کیوں ہو؟

مصلحتِ ذبحِ اونٹ :

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ سابقہ بحث کی روشنی میں اگر "نسک" سے مراد مطلق قربانی ہے، تو آخر سورۂ کوثر میں خاص طور پر "نحر" کے لفظ سے "اونٹ" کی قربانی کا ذکر کیوں کیا گیا؟ تو اس کا جواب ہم اپنی طرف سے دینے کی بجائے خود پرویز صاحب ہی کی ایک تحریر سے پیش کرنا مناسب سمجھتے ہیں :

"ہجرت کے بعد، جب رسول اللہ ؐ مدینہ تشریف لائے تو حالت یہ تھی کہ مسلمانوں کی جماعت (انصار اور مہاجرین دونوں) غریب اور کمزور تھی اور مدینہ میں یہود کا بڑا زور تھا۔ ایسے حالات میں کمزور جماعتیں ہمیشہ طاقتور جماعتوں کے سہارے ڈھونڈتی ہیں اور اس کے لیے اپنے اصولوں تک کو قربان کر دیتی ہیں۔ یہودیوں کے ہاں اونٹ حرام تھا اور مسلمانوں کے ہاں حلال۔ وہ اونٹ کے ذبیحہ کو قابلِ اعتراض سمجھتے تھے۔ وہ مدینہ میں اپنی قوت کی بناء پر سمجھتے تھے کہ مسلمان ان سے دب کر رہیں گے اور اونٹ کو ذبح کرنے سے محتاط رہیں گے، قرآن کریم نے عین اس مقام پر حکم دیا کہ مدینہ میں "اونٹ

ذبح کرو"[1] یعنی دین کے معاملہ میں یہودیوں سے مفاہمت کا خیال نہ کرو"

(لغات القرآن ص ۱۵۹۲)

یہ تھی وہ مصلحت جس کے پیشِ نظر، قرآن نے "نحر" کا لفظ بول کر خاص طور پر "اونٹ کی قربانی" کا حکم دیا ہے، ورنہ "نسک" کے لفظ میں دیگر جانوروں کی قربانی کا حکم پہلے ہی شامل ہے۔

یہاں یہ امر بھی قابلِ غور ہے کہ مدینہ میں "اونٹ کی قربانی کرو" کے حکم کا اتباع محض اکا دکا افراد کرتے تو اس سے وہ مقصد ہرگز پورا نہ ہو سکتا تھا جس کے لیے یہ حکم دیا گیا تھا۔ مقصودِ پیشِ نظر کی روشنی میں یہی بات قرینِ قیاس تھی کہ اس حکم پر عمل اجتماعی طور پر، اجتماعی حیثیت میں ایک ہی وقت میں کیا جاتا تاکہ ایک طرف یہ عمل یہود کی مخالفت کے باعث ان سے مفاہمت کے ہر خیال کو اہلِ ایمان کے دل و دماغ سے نکال دیتا تو دوسری طرف ایک ہی وقت میں انجام پانے والا یہی اجتماعی عمل مسلمانوں کی شان و شوکت کا مظہر بھی قرار پاتا۔ اور اجتماعی قربانی کا ایک ہی وقت فطرتاً وہی ہو سکتا ہے جب حرم کے اندر حج کے موقع پر قربانیاں ہو رہی ہوں۔ اور یہی عملاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کیا بھی گیا۔ پس اس صورتحال میں قربانی صرف کعبہ ہی میں نہیں بلکہ خارج از کعبہ بھی ایک دینی شعار کی حیثیت سے مدینہ میں آغاز پذیر ہوئی اور پھر جوں جوں اسلام کا دائرہ پھیلتا چلا گیا، قربانی بھی اسی نسبت سے بیرونِ حرم پھیلتی چلی گئی۔

دوسری شرط:

پرویز صاحب نے قربانی کے جواز کو جس دوسری شرط سے مشروط کیا ہے، وہ ان کے اپنے الفاظ میں یہ ہے:

"قرآنِ کریم نے ان جانوروں کے ذبح کرنے کا مقام، خانہ کعبہ کو قرار دیا

---

[1] "مفکرِ قرآن" صاحب کی اس ثنویت کو ملاحظہ فرمائیے کہ جب جی چاہا تو "وَانْحَرْ" کا ترجمہ یہ کر دیا کہ "اس پروگرام کے متعلق تمام امور پر علم و عقل اور تجربہ و بصیرت سے پوری طرح حاوی ہو کر ان پر نہایت مضبوطی سے عمل پیرا رہو" ——— (لغات القرآن ص ۱۵۹۲) ۔ اور جب جی چاہا تو ترجمہ یہ فرما دیا کہ "اونٹ ذبح کرو" اور اس حکم کی مصلحت بھی واضح کر دی کہ ذبح اونٹ سے یہود کی مخالفت مقصود ہے، تاکہ ان کے ساتھ مفاہمت کا خیال تک اہلِ ایمان کے دل میں نہ آنے پائے۔

ہے اس لیے یہ قربانی حج کے مقام پر کی جائے گی۔"

(تفسیر مطالب الفرقان ج ۳ ص ۲۵)

جائزہ

ہدی، نسک اور نحر کا باہمی فرق:

انتہائی مقامِ افسوس ہے کہ پرویز صاحب، بزعمِ خویش، عمر بھر قرآن کے تحقیقی مطالعہ میں مستغرق رہنے کے بعد بھی یہ نہ جان پائے کہ قرآن نے کعبہ میں کی جانے والی قربانیوں اور خارج از کعبہ دیگر مقامات پر کی جانے والی قربانیوں میں فرق کیا ہے۔ اول الذکر قربانیوں کے لیے قرآن "ہدی" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ خواہ یہ کسی جنایت کی پاداش کے طور پر ہو یا حج کے لازمی عمل کی حیثیت سے ہو۔ جبکہ ثانی الذکر قربانیوں کے لیے وہ "نسک" اور "نحر" کا لفظ استعمال کرتا ہے۔ البتہ "نسک" کے لفظ کا اطلاق خارج از حرم قربانیوں کے علاوہ اُس "خون" پر بھی کیا جاتا ہے جو کسی مجبوری کے باعث، سر منڈوا دینے پر بطورِ شکرانہ کے واجب قرار پائے۔ اگر کوئی قربانی، مرض یا تکلیفِ راس کے باعث مجبوراً سر منڈوا دینے کے باعث لازم قرار نہیں پائی تو اس کا مقام خارج از کعبہ ہے جبکہ "ہدی" خاص طور پر اس قربانی کو کہا گیا ہے، جس کا مقام و محل بیت العتیق ہے۔ قرآنِ پاک کی درج ذیل آیات اس پر شاہد ہیں:

۱۔ "فَإِنْ أُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۖ وَلَا تَحْلِقُوا رُءُوسَكُمْ حَتَّىٰ يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهُ" (البقرۃ: ۱۹۶)

"اور اگر تم گھر جاؤ تو جو "ہدی" (حرم میں کی جانے والی قربانی) میسر آئے اسے اللہ کے حضور پیش کر دو اور سر نہ منڈواؤ یہاں تک کہ "ہدی" اپنے ٹھکانے پہنچ جائے۔"

۲ "هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهَدْيَ مَعْكُوفًا أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ" (الفتح: ۲۵)

"وہی لوگ تو ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجدِ حرام سے روکا اور "ہدی" کے جانوروں کو قربانی کی جگہ نہ پہنچنے دیا۔"

۳ "هَدْيًا بَالِغَ الْكَعْبَةِ" (المائدۃ: ۹۵)

یہ "قربانی کعبہ میں پہنچنے والی ہو۔"

ان آیات میں اس امر کی تصریح ہے کہ "ہدی" سے مراد وہ "قربانیاں" ہیں، جن کا مقام و محل حرم کعبہ ہے۔ ان آیات کے علاوہ یہ لفظ جہاں بھی استعمال ہوا ہے "حرم کی قربانیوں" ہی کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے۔

الغرض قرآن کریم نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ "ہدی" کا اطلاق صرف ان قربانیوں پر ہوتا ہے جو حدودِ حرم میں کی جائیں۔ اور "نسک" و "نحر" مطلق قربانی کو کہتے ہیں۔ "نسک" کے کعبہ میں کئے جانے کی صورت صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ یہ قربانی اس رعایت کے شکریئے کے نتیجہ میں واجب ہو جبکہ حالتِ مرض یا تکلیفِ رأس کے باعث وہ سر نہ منڈوانے کی پابندی پر قائم نہ رہ پائے (یہ بہر حال ایسی مجبوری ہے جو اس کے ارادہ و اختیار سے اس پر وارد نہیں ہوئی)

اب جبکہ قرآنِ کریم، درونِ حرم اور بیرونِ حرم کی جانے والی قربانیوں میں واضح فرق و امتیاز قائم کرتا ہے، تو کسی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان فروق و امتیازات کو بالائے طاق رکھ کر یہ حکم جاری کرے کہ ـــــ ہدی کی قربانی ہو یا نسک و نحر کی قربانی، ہر ایک کا مقام کعبہ ہی ہے ـــــ صرف قرآن ہی نہیں بلکہ لغاتِ عرب بھی ان دونوں قسم کی قربانیوں میں فرق و امتیاز کرتے ہوئے، صرف "ہدی" کو مقامِ حرم سے وابستہ کرتی ہیں۔ خود پرویز صاحب لکھتے ہیں:

"هَدْیٌ اور هَدِیٌّ اس جانور کو کہتے تھے جو حج کے موقع پر بیت اللہ پر ذبح کرنے کے لیے لے جاتے تھے۔"

(لغات القرآن ص ۱۷۵۶)

اور یہ فرق اتنا واضح فرق ہے کہ عرفِ عام میں بھی اس کو ملحوظ رکھا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ "لِلّٰهِ عَلَيَّ الْهَدْيُ" (مجھ پر اللہ کے لیے "ہدی" لازم ہے) تو ہر شخص یہی سمجھے گا کہ قائل پر ایسی قربانی لازم ہے جو حرمِ کعبہ میں کی جائے گی، لیکن اگر کوئی شخص یہ کہے کہ ـــــ "لِلّٰهِ عَلَيَّ النَّسِيكَةُ" (مجھ پر خون لازم ہے) تو ہر شخص یہی سمجھے گا کہ جو خون یا قربانی قائل پر لازم ہے وہ جہاں چاہے کر دے،

حرم میں اس کا کرنا لازم اور واجب نہیں ہے۔ لہٰذا پرویز صاحب کا ہر قسم کی قربانی کے متعلق یہ شرط عائد کرنا کہ اسے حرمِ کعبہ ہی میں کیا جائے، نہ صرف یہ کہ خلافِ قرآن ہے بلکہ لغاتِ عربیہ کے بھی خلاف ہے۔

پرویز صاحب کے موقف کا باطل اور بے بنیاد ہونا اس امر سے بھی واضح ہے کہ اگر ہر قسم کی قربانی کا مقام و محل کعبہ ہی ہو تو مدینہ میں اہلِ ایمان کے لیے عین یہودیوں کے گڑھ میں "اونٹ ذبح کرو" کا حکم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے۔ کیونکہ مدینہ میں یہودیوں کا زور تھا، اور مدینہ ہی میں اونٹ ذبح کرنے سے ان کی مخالفت لازم آتی تھی۔ مقامِ حرم میں تو ہر قسم کی قربانی عہدِ جاہلیت ہی سے ہوتی آئی تھی، اس لیے مسلمان اگر "وانحر" کی اطاعت مدینہ میں نہیں کرتے تھے اور صرف حدودِ حرم میں ہی کرتے تھے تو ایسی مخالفت قطعی بے فائدہ اور بے اثر ہے۔ آپ خود سوچئے کہ ہندوؤں کے ہاں گائے کی قربانی ممنوع ہے، جبکہ مسلمانوں کے ہاں حلال و جائز ہے، اب اگر مسلمان ہنود کی مخالفت میں گائے کی قربانی بھارت میں کرنے کی بجائے بیرونِ ہند کرتے پھریں تو اس سے کیا فرق پڑے گا؟

(جاری ہے)

ردِّ تقلید اور حدیث کے حجتِ شرعیہ ہونے پر

حجیّتِ حدیث

شیخ ناصر الدین البانی کی مایہ ناز کتاب

قیمت	ترجمہ	ضخامت
۹ روپے صرف	حافظ عبدالرشید اظہر	۸۸ صفحات

ناشر: ادارہ محدث ۹۹ جے۔ ماڈل ٹاؤن۔ لاہور